ڈاکٹر کلثوم ابوالبشر

ڈاکٹر عندلیب شادانی کی غیر مطبوعہ بیاض کے چند گوشے

بنگلا دیش میں اردو اور فارسی ادب کی تاریخ میں ڈاکٹر وجاہت حسین، عندلیب شادانی (۱۸۹۷ء۔۱۹۶۹ء) کا نام ناقابلِ فراموش ہے۔ وہ بہ یک وقت محقق، نقاد، مؤرخ، شاعر، افسانہ نگار (سچی کہانیوں کے موجد)، مدیر اور معلم کی حیثیت سے ہمارے سامنے جلوہ گر ہیں۔ ان کی ہمہ گیر پرکشش و جاذب شخصیت کے گہرے نقوش کو آج بھی ڈھاکا کی اردو اور فارسی کی ادبی محفلوں میں شدت سے محسوس کیا جاتا ہے۔ ان کی تصانیف، تالیفات اور تراجم کی تعداد سولہ[۱] کے قریب ہے۔ ان کے کلام کا مجموعہ "نشاطِ رفتہ" میں قارئین کو اپنے دل کی دھڑکن سنائی دیتی ہے:

گزاری تھیں خوشی کی چند گھڑیاں
انھیں کی یاد میری زندگی ہے

ان کی شاعری میں ذاتی تجربات، جذبات اور نجی واقعات کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ اسی لیے ان کی شاعری قدما کی شاعری سے بڑی حد تک الگ تھلگ ہے۔ کیوں کہ وہ رسمی اور روایت پسندی، جس میں صرف نقالی ہو، کو قطعاً ناپسند کرتے تھے۔ وہ رومانی شاعر تھے چناں چہ انھوں نے صحیح معنوں میں غزل اور تغزل کے لوازمات کو اپنی شاعری میں برتا ہے۔ زندگی کے تلخ اور حسین تجربات اور وارداتِ عشق کے باہر قدم نہیں بڑھایا۔ ان کا ایک ایک شعر زندگی کا افسانہ ہے۔

فی البدیہہ اشعار کہنے میں انھیں یدطولیٰ حاصل تھا۔ مرحوم پروفیسر نظیر صدیقی نے اپنی کتاب "ڈاکٹر شادانی۔ایک مطالعہ" میں ان کے فی البدیہہ شعروں کو مجتمع کر کے اہم کام انجام دیا ہے۔

ڈاکٹر شادانی پر تحقیقی مقالہ[۲] سپردِ قلم کرتے وقت میری ان کے بیٹے عابد شادانی سے ۱۹۸۴ء میں ملاقات ہوئی۔ اس وقت وہ ڈھاکا میں پاکستان ہائی کمیشن میں فرسٹ سیکریٹری کے عہدے پر فائز تھے۔ از راہِ خلوص اور مہربانی انھوں نے مجھے ڈاکٹر شادانی کی غیر مطبوعہ بیاض پڑھنے کی اجازت دی۔ جو مع تاریخ کے سلسلہ وار اشعار اور نظموں پر مشتمل تھی۔ اس بیاض کے چند اہم گوشوں کو یہاں پیش کر رہی ہوں۔ غالباً یہ تمام کلام اب تک غیر مطبوعہ ہے۔

۱۔ لندن ۶ر جولائی ۱۹۵۶ء

اپنی تصویر کہیں بھیجنے کے ارادے سے نکالی۔ یہ ''ویران کھنڈر'' دیکھ کر دل میں خیال آیا کہ اسے دیکھ کر ان کے تاثرات کیا ہوں گے فی الفور یہ قطع موزوں ہو گیا:

اتنے بیزار کیوں؟ یہ وہی نقش ہے
آپ کے دل پہ جو سب سے پہلے بنا
آج پژمردہ ہے کل یہی گل، مگر
زیبِ گیسو بھی تھا، نازِ گیسو بھی تھا

۲۔ پشاور ۷ر اگست ۱۹۶۰ء، ہوسٹل نمبر ۲، کمرہ ۳۹۔

رات کھانا کھانے کے بعد ڈائننگ ہال سے نکلتے وقت میں نے رضیہ نور محمد کی فرمائش پر فی البدیہہ (یہ شعر کہا):

تم جو نہ آئے رات تو محفل یک سر ماتم خانہ تھی
تم نے تو اک وعدہ توڑا، کتنوں کے دل ٹوٹ گئے

اس پر رضیہ نور محمد نے کہا کہ یہ تو آپ نے صرف نزہت کے متعلق کہا۔ اتفاق سے اس وقت رضیہ میری بائیں جانب اور نزہت دائیں جانب بیٹھی تھیں اور میں دونوں کے درمیان میں تھا، یہ شعر موزوں ہو گیا:

بہشت کی وادیوں میں گم ہوں نہ پوچھو مجھ سے کہ میں کہاں ہوں
دماغ ہے آسماں پہ میرا کہ ''نور'' و ''نزہت'' کے درمیاں ہوں

رضیہ نے کہا ''نزہت'' کے بغیر آپ کوئی شعر نہیں کہہ سکتے۔ ایک شعر خاص میرے لیے کہیے اور یہ شعر (کہہ دیا):

جس میں نہ ہو مے تیرے کرم کی، کاش وہ ساغر ٹوٹ ہی جائے
آگ لگے اس کاشانے کو، جس میں تیرا نور نہ ہو

نورؔ خود بھی شعر کہتی ہیں۔ مشاعرے میں انھوں نے جو غزل پڑھی اسی زمین میں فی البدیہہ یہ شعر ہوا۔ اہلِ بزم نے بہت پسند کیا اور رضیہ شرما گئیں:

یہ شرف کچھ کم نہیں دل کی تسلی کے لیے
ہم زمانے میں ترے دیوانے کہلاتے رہے

دوسرے مشاعرے میں رضیہ کی غزل سن کر دو شعر فی البدیہہ داد کے طور پر کہے گئے۔ رضیہ اُٹھ کر چلی گئیں اور بعد میں یہ اشعار باصرار مجھ سے لے لیے۔

نور کے شعر نہیں، نور کے فوارے ہیں
کتنے روشن یہ ستارے، یہ گہر پارے ہیں
دلِ سوزاں پہ یہ قطرے ہیں کبھی شبنم کے
کبھی سینوں میں یہ شعلے کبھی انگارے ہیں

۳۔ ۳۱ر جنوری ۱۹۶۰ء

لنچ ختم ہونے کے بعد جب مہمان رخصت ہو رہے تھے، اچانک مجھے محسوس ہوا کہ وہ موجود نہیں۔ ہر طرف نظر دوڑائی، مگر بے سود۔ میرا خیال تھا کہ ''خدا حافظ'' کہے بغیر تو وہ رخصت نہ ہوگی۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ اسی لمحے یہ شعر موزوں ہو گیا۔

کارواں تو جاچکا ہائے مری سادہ دلی
میں ابھی منتظرِ بانگِ درا بیٹھا ہوں

۴۔ ۱۹ر ستمبر ۱۹۶۸ء، لاہور

آج شیخ مبارک علی بک سیلر اینڈ پبلشر، لاہور نے قصہ سنایا۔ کہا ''تمھیں اپنا یہ فی البدیہہ قطعہ یاد ہے'' میں نے کہا ''کون سا قطعہ''؟ انھوں نے کہا ''یہ کس طرح ممکن ہے کہ تمھیں یاد نہ ہو میں نے تو اس ۴۵ برس میں یہ قطعہ سیکڑوں آدمیوں کو سنایا ہے اور اس کا پس منظر بھی سیکڑوں ہی مرتبہ خود دہرایا اور لطف اُٹھایا ہے۔ تم اگر زندگی میں اور کچھ بھی نہ کہتے صرف یہ قطعہ ہی کہتے۔ تب بھی میں تمھیں ایک اچھا شاعر [ہونے کا] مان لیتا۔ پھر انھوں نے یہ حکایت سنائی کہ تم انارکلی سے گزر رہے تھے۔ یہ ۱۹۲۴ء کا ذکر ہے۔ وہیں یہ واقعہ پیش آیا اور پھر تم نے وہاں فی البدیہہ یہ قطعہ کہا۔ اور اسی وقت دکان پر آ کر مجھے سنایا۔ میں نے شاداں صاحب کو سنایا۔ انھوں نے بہت داد دی''۔ میری بہت منتوں کے بعد مبارک نے یہ قطعہ مجھے سنایا:

ایک لحظے کے لیے بس ایک لحظے کے لیے
ان کی نظریں میری نظروں سے ملیں اور جھک گئیں
مختصر وقفے میں بھی یہ بے لحاظ آنکھیں مری
ان سے کچھ کہنے کو تھیں، پھر کہتے کہتے رک گئیں

۵۔ مارچ ۱۹۶۹ء:

ایک صاحب تشریف لائے انھوں نے کہا ''ہم اپنے رسالے کا ''غالبؔ نمبر'' نکال رہے ہیں۔ اس (کے) لیے آپ کا پیغام چاہیے''۔ میں نے کہا ''میں بولتا ہوں آپ لکھ لیجیے''۔ میں نے بولنا شروع کیا۔ انھوں نے کہا نثر نہیں نظم چاہیے۔ میں نے کہا ''نظم کے لیے تو وقت درکار ہے'' انھوں نے کہا ''وقت میں بالکل گنجائش نہیں۔ مختصر ہی سہی، لیکن ابھی لکھ دیجیے''۔ میں نے کہا تو پھر لکھیے اور یہ قطعہ اسی وقت انھیں لکھا دیا:

نہ ملامت کی ہے پروا نہ ستائش کی ہوس
سود ہے یا کہ زیاں اس سے سروکار نہیں
بات جو حق ہے وہی منہ سے نکلتی ہے یہاں
ہم سخن فہم ہیں غالبؔ کے طرف دار نہیں
کل بھی تھے آج بھی ہیں کتنے سخن ور جن کی
نکتہ سنجی سے کسی شخص کو انکار نہیں
ہم کو تسلیم یہ سب کچھ مگر انصاف ہے شرط
ہو نہ غالبؔ تو سخن کا کوئی معیار نہیں

۶۔ ۲۱ر اپریل ۱۹۶۱ء صبح۔ بہ تقریبِ یوم اقبال، مشاعرہ ریڈیو پاکستان، ڈھاکا۔ غالباً فی البدیہہ کہی گئی۔

کیوں خوار و زبوں حال ہے اس درجہ مسلمان
سرزد ہوئی بدبخت سے بھاری کوئی تقصیر
ہم دوشِ ثریا تھا یہ ٹوٹا ہوا تارا
اس خاک کی چٹکی میں تھی خاصیت اکسیر
صحرا ہوں کہ دریا ہوں، مداین ہوں کہ کوہ سار
اس پر نہ کہیں بند ہوا جادۂ تسخیر
جو سینۂ دریا میں مچا دیتا تھا ہل چل
اک قطرۂ ناچیز ہے وہ سیلِ جہاں گیر

کل تک یہی ہم سایۂ جبریلِ امیں تھا
کم خاک کے ذرّے سے بھی آج اس کی ہے توقیر

پارے کی طرح جس سے لرز جاتے تھے کوہ سار
ہے گریۂ طفلانہ کی ہم رنگ وہ تکبیر

اقبال نے وہ عقدۂ دشوار کیا حل
حکمت کا جہاں ٹوٹ گیا ناخنِ تدبیر

کہتا ہے کہ برگشتہ اسی دن سے ہے قسمت
جس دن سے مسلمان ہوا تابعِ تقدیر

اب اس میں نہ ہمت ہے، نہ غیرت، نہ حمیّت
اے وائے کہ شہ باز ہو کنجشک کا نخچیر

تقدیر کے پابند نبادات و جمادات
مومن فقط احکامِ الٰہی سے اثر گیر

کافر ہے، جو ہے تابعِ تقدیرِ مسلمان
مومن ہے تو وہ آپ ہے اللہ کی تقدیر

۷۔ ڈھاکا، ۷رمئی ۱۹۶۱ء بہ تقریبِ جشنِ صد سالہ، ٹیگور شاعرِ مشرق:

یہ بات ہے اب سے سو برس کی کہ ایک عہد آفریں ستارا
ہوا کچھ اس دھج سے کہکشانِ ادب کے دامن پہ جلوہ آرا
کہ پڑ گئی اُوس چاندنی پر، شفق کے منہ پر اندھیری چھائی
مقابل اس کے ہر ایک مشعل چراغ کی طرح ٹمٹمائی

وہ روحِ انسانیت کا پیکر
اسی کے نغموں کی دل کشی سے جہاں میں شہرت ہوئی وطن کی
اسی کے پھولوں کی مست خوشبو لیے اُڑی بات اس چمن کی

وہ گوہرِ شب چراغِ عالم
وہ بزمِ لاہوتیاں کی رونق، شرارِ ایمن، فروغِ یزداں
خدا کا ہم راز ایک بندہ، خدا کا ہم کار ایک انساں

جمال کا ذی شعور خالق، جمال کا دیدہ ور پجاری
نگاہ میں رفعتیں فلک کی، مزاج میں روحِ خاک ساری
ہم اس کے نغمات سن رہے ہیں
کہ خوب رُویوں کی انجمن میں بہار کا رقص ہو رہا ہے
عجیب عالم ہے سرخوشی کا جو جاگتا ہے وہ سو رہا ہے
یہ کس کی افسوں گری نے ایسا فضا کو مسحور کردیا ہے
روپہلی شفاف چاندنی میں دھنک کا ہر رنگ بھر دیا ہے
ہم اس کے اشعار سن رہے ہیں
وہ حوریانِ بہشت گاتی ہوئی فلک سے اتر رہی ہیں
کہ اپسرائیں سبھا میں اندر کی چُہلیں آپس میں کر رہی ہیں
کہ جل سے پریاں اُبھر رہی ہیں
کہ آب شارِ نیاگرا کا حسین گیتار بج رہا ہے
کہ مینہ چھما چھم برس رہا ہے

حواشی

۱ ڈاکٹر وجاہت حسین صدیقی، عندلیب شادانی کی تصانیف وتالیفات درج ذیل ہیں:

☆ ''احسن الرسالہ'' یعنی اردو ترجمہ ''چہار مقالہ'' (مقالہ ا)، ۱۹۲۵ء، روٹری پرنٹنگ ورکس، لاہور۔
☆ ''الزی الزاھر فی شرح'' رباعیات باباطاہر'' ۱۹۲۴ء، کریمی پریس، لاہور۔
☆ ''پیامِ اقبال'' (خطبہ صدارت) انجمن ترقی اردو بنگالہ، کلکتہ۔
☆ ''تحقیقات''، جلیل اکیڈمی، بریلی۔
☆ ''تحقیق کی روشنی میں''، طبع اوّل، ۱۹۶۳ء، شیخ غلام اینڈ سنز، لاہور۔
☆ ''چہار مقالہ'' (تدوین)، ۱۹۲۴ء، لاہور۔
☆ ''جھوٹا خدا''، علمی پرنٹنگ پریس لاہور (سرِ آغاز کی تاریخ)، ۳رفروری، ۱۹۵۱ء۔
☆ ''دورِ حاضر اور اردو غزل گوئی''، فروری ۱۹۵۱ء، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور۔
☆ خلاصۂ شعر العجم، جلد سوم۔
☆ خلاصۂ شعر العجم، جلد پنجم۔

☆ ''سچی کہانیاں''، طبع دوم، جون ۱۹۴۵ء، کتب خانہ علم وادب، دہلی۔

☆ ''کشف الابہام فی ترجمہ'' ''مکاتباتِ علام''، اوّل، ۱۹۴۹ء، عالمگیر الیکٹرک پریس، لاہور۔

☆ ''قصائدِ قاآنی'' (تدوین)

☆ ''نشاطِ رفتہ''، ۲۳/ اکتوبر ۱۹۵۰ء، تاریخ دیباچہ۔

☆ ''نقش بدیع''، طبع اوّل، ۱۹۲۳ء، مطبع کریمی، لاہور۔

☆ ''نوش و نیش''، ۱۳/ جنوری ۱۹۵۱ء، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور۔

غیر مطبوعہ:

☆ ''بیاض'' (کلامِ شاعر)، مملوکہ عامر شادانی، ڈاکٹر شادانی کے بیٹے جو اسلام آباد، پاکستان میں مقیم ہیں۔

☆ ''خطوطِ شادانی بنام قاضی عبدالودود''، مملوکہ قاضی مسعود، قاضی عبدالودود کے بیٹے جو پٹنہ میں مقیم ہیں۔ تمام خطوط کی فوٹو کاپی راقم کے پاس محفوظ ہیں۔

☆ ''ہندوستان کے مسلم مؤرخ'' (انگریزی مقالہ پی ایچ ڈی)، اسکول آف اورینٹل اینڈ امریکن اسٹڈیز لندن یونی ورسٹی کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔

۲۔ میں نے پی ایچ ڈی ڈگری کے لیے ''ڈاکٹر عندلیب شادانی حیات اور کارنامے'' کے عنوان سے ڈاکٹر عبدالستار دلوی کی زیرِ نگرانی مقالہ لکھا، جس پر بمبئی یونیورسٹی نے پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی۔ یہ مقالہ ۱۹۹۲ء میں راجا پبلی کیشنز، ڈھاکا سے شایع ہوا ہے۔